علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا انسانِ کامل

طارق اسماعیل ساگر

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ متجسس کو اس عالم رنگ و بو میں جو اپنے اندر گونا گوں دلفریبیاں اور دلچسپیاں رکھتا ہے صرف درندوں کا بھٹ اور چوپایوں کا جنگل نظر آیا۔ ان کی متجسسانہ نگاہیں اس درندوں اور چوپایوں کی دُنیا میں کسی "انسان" کی جویا ہیں اپنی اس تلاش وجستجو کی ابتدا اپنی مشہور کتاب "اسرارِ خودی" میں مولانا جلال الدین رومی کے ان اشعار سے کی ہے۔

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم انسانم آرزوست
زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت
شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

(کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اندھیری رات ہے اور ایک درویش سن رسیدہ ہاتھ میں مشعل لیے کوچہ و بازار کی خاک چھانتا ہے جیسے اُس کی نگاہ کسی گم شدہ کی تلاش میں ہو)

میں نے کہا حضرت سلامت کس چیز کی تلاش ہے؟ فرمانے لگے ان درندوں اور چوپایوں کی بستی میں رہتے رہتے طبیعت عاجز آگئی ہے اب اس وسیع کائنات میں کسی انسان کی تلاش میں نکلا ہوں، ایک ایسا نوجوان جس کی مردانگی اور شخصیت میری رُوح کو تسکین اور بالیدگی عطا کر سکے۔ مَیں نے کہا آپ کس دھوکے میں ہیں؟ یہ تو عنقا کی تلاش ہے، اس کے پیچھے اپنے آپ کو کیوں مشقت میں ڈالتے ہیں؟ مَیں نے اس راہ میں دردکی خاک چھانی ہے دشت وصحرا، آبادی، ویرانہ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں میرے قدم نہ پہنچے ہوں مگر اس کی حقیقت تو کیا پرچھائیں بھی نظر نہ آئی۔ درویش نے کہا مجھے اس شے کی تلاش وجستجو زیادہ محبوب ہے جس کا وجود نادر اور جس کا حصول آسان نہ ہو!

سوال یہ ہے کہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس "گم شدہ انسان" کو اس وسیع کائنات میں پالیا یا حیران و سرگرداں بھٹکتے پھرے؟ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطالعہ اس حقیقت کی طرف نشاندہی کرتا ہے بیک نظر اور بلاخوف تردید ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس کھوئے انسان کو نہ صرف پالیا بلکہ اس کو اچھی طرح پہچانا اور زندگی کے طویل ایام اس کے ساتھ گزارے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اکتشاف کولمبس کی نئی

دُنیا کے انکشافات سے زیادہ وسیع اور بڑا انکشاف ہے اور بلا شبہ ایک فتح عظیم ہے اس لیے کہ کھوئے انسان کی تلاش و جستجو اور پھر اس میں کامیابی اس عالم کی سب سے بڑی خوش بختی اور سب سے بڑی بازیافت ہے خصوصاً اس دور میں جبکہ انسان کھو چکا ہو اور انسانیت افسانہ بن چکی ہو۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا وہ گم شدہ انسان جسے وہ "انسانِ کامل" سے تعبیر کرتے ہیں، کہاں ہے اور کون ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ ہم میں سے اکثر اس سوال کا جواب سن کر چونک پڑیں گے جب ان کے سامنے یہ حقیقت آئے گی کہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا "انسانِ کامل" "ایک" "سچا مسلم" ہے ان کا چونکنا بڑی حد تک بجا ہے کیونکہ وہ لوگ جن کی نگاہوں کے سامنے لفظ مسلم کے بعد ایک خشک جامد اور بھی بھی زندگی گزارنے والے انسان کی تصویر پھر جاتی ہے، وہ کبھی بھی علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے "انسانِ کامل" کا تصور کسی مسلم سے نہیں کر سکتے لیکن علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا "مردِ مومن" دراصل قرآنی نظریے کا انسانِ کامل ہی ہے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس مردِ مومن اور "مسلم مثالی" کو اس کے ایمان کی قوت اور یقین کی ناقابلِ تسخیر طاقت، دُنیا کے ان سارے انسانوں سے جو شک و ریب میں مبتلا ہیں، ممتاز کر دیتی ہے اور اسی طرح وہ بزدل انسانوں کے مقابلے میں اپنی شجاعت و مردانگی اور رُوحانی قوت سے ممتاز ہے۔ ایک مسلم کی توحید خالص اسے بندۂ انسان اور بندۂ مال و زر سے علیحدہ کر دیتی ہے اس کی آفاقیت و انسانیت، وطن پرستی اور رنگ و نسل کے امتیاز کی جڑ کاٹ دیتی ہے وہ مسلم مثالی زندگی کا ایک پیام رکھتا ہے جس کے ماتحت وہ زندگی گزارتا ہے، زندگی کی قدریں خواہ بدل جائیں اور انسانی زندگی میں کتنا ہی بڑا انقلاب کیوں نہ آجائے لیکن اس کے اندر نہ کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بدلتا ہے اس مسلم کی مثال قرآن نے اپنے سادہ اور بلیغ لفظوں میں اس طرح بیان کی ہے:

﴿کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء﴾

اس کی مثال ایسے پاک درخت کی ہے جس کی جڑیں جمی ہوں اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہوں۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

نقطۂ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

انسانِ کامل کے اس تصور سے ہمارے ذہنوں میں مسلم کی دو تقسیمیں آتی ہیں ایک اس کا وجود انسانی دوسرا اس کا وجود ایمانی۔

انسانی وجود:

اس میں اور دوسرے انسانوں میں اشتراکیت ہے، عام انسانوں کی طرح پیدا ہوتا ہے اور ویسے ہی پروان چڑھتا اور بڑا ہوتا ہے، ہر انسان کی طرح بھوک لگتی ہے اور پیاس بھی، اسے گرمی کا احساس بھی ہوتا ہے، سردی کا بھی، بیمار بھی پڑتا ہے اور صحت مند بھی ہوتا ہے، فقر و غنا میں بھی وہ عام انسانوں کے مثل ہے، زراعت و تجارت اور دوسرے انسانی شعبوں سے بھی اسے دلچسپی ہے اولاد سے محبت کرتا ہے اور اپنے پہلو میں بھی دل رکھتا ہے غرض کہ وہ اپنے وجود انسانی میں قانونِ طبعی کا ویسا ہی تابع ہے جیسے اس کے مثل اور دوسرے انسان! انقلاب زمانہ حوادث روزگار اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برت سکتے محض اس لیے کہ اس کا کوئی خاص نام ہے اور اس کا تعلق کسی خاص نسل سے ہے یا وہ کوئی خاص قسم کا لباس پہنتا ہے بلکہ اس کا وجود اس وسیع کائنات میں ایک ذرے کی حیثیت رکھتا ہے اور عالم کے اس بحر زخار میں اس کی مثال ایک موج کی ہے اگر ایک مسلم بھی عام انسانوں کی طرح زندگی گزارنے پر اکتفا کرے تو پھر اس کی اس کائنات میں کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی اور اس کی موت پر نہ زمین روئے گی اور نہ آسمان ماتم کناں ہوگا اور

اس دُنیا کی نیرنگیوں میں کچھ بھی کمی واقع نہ ہوگی۔

وجودِ ایمانی:

لیکن اس کا وجودِ ایمانی اپنے اندر ایک پیام رکھتا ہے جو انبیاء کا پیام ہے زندگی کے بارے میں اس کے کچھ اصول اور اعتقادات ہیں جن پر وہ ایمان رکھتا ہے اور اس کی زندگی ایک مقصد کیلئے گزرتی ہے اس حیثیت سے اگر غور کیا جائے تو وہ حیات انسانی کے اسرار سربستہ کا ایک راز ہے، عالم کی بقا کیلئے اس کا وجود ایک لازمہ کی حیثیت رکھتا ہے، انسانی زندگی اس کے بغیر ادھوری ہے لہٰذا وہ مردِ مومن اور مسلم مثالی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کائنات میں زندگی گزارے، پھلے پھولے اور پروان چڑھے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کائنات کی بقا کیلئے اس کا وجود اور اس کا پھلنا پھولنا، پروان چڑھنا ضروری ہے۔ جس طرح اس کائنات کو پانی، ہوا اور روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح سے ایک مردِ مومن کو بھی ضرورت ہے اگر حیات انسانی پانی، ہوا، روشنی اور حرارت و برودت کے وجود پر منحصر ہے تو اسی طرح ایک ایسے مقصدِ زندگی، رُوحِ ایمانی اور اخلاق کا وجود بھی ناگزیر ہے جس کی روشنی انبیاء علیہم السلام کی دعوت و پیام سے حاصل کی گئی ہو اور جس کا بوجھ ایک مردِ مومن کا دوشِ ناتواں اٹھائے ہوئے ہو اور اس کے قیام و بقا کیلئے اُس نے اپنی زندگی کی ساری قوتوں اور توانائیوں کو لگا رکھا ہو اس لیے اگر مومن نہ ہو تو پیامِ زندگی اور مقاصد بلند ضائع ہو جائیں گے اور اس کا وجود عالم میں ایک رازِ سربستہ بن کر رہ جائے گا اس مردِ مومن کا وجود بقا اس عالم میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو حیثیت آفتابِ جہانتاب کی ہے اور ان روشن ستاروں کی!

نسلیں اور اُمتیں پیدا ہوں گی اور فنا ہوں گی، آبادیاں ویران ہوں گی اور ویرانے آباد، حکومتیں بنیں گیں اور مٹیں گی، ایک تہذیب و تمدن کی جگہ دوسری تہذیب لے گی اور یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا لیکن اس مسلم مثالی کا وجود ہمیشہ باقی رہے گا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مردِ مومن زندہ و جاوید ہے اس لیے کہ وہ اپنے پاس ایک زندہ و جاوید پیام رکھتا ہے اس کے سینے میں ایک زندہ و جاوید امانت ہے اور اس کی زندگی ایک زندہ و جاوید مقصد کیلئے گزرتی ہے۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں میں فاش سرِّ کلیم و خلیل

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ملتِ اسلامیہ کا ہر فرد ہمیشہ باقی رہے گا اور موت بھی اسے اپنی آغوش میں نہ لے گی بلکہ اس کی مثال اس بحرِ زخار کی ہے جس کی گود میں موجیں اٹھتی رہیں گی اور فنا ہوتی رہیں گی لیکن اس کی حقیقت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ بلند ابھی یہاں رکتی نہیں بلکہ ان کی نگاہ کہیں اور پہنچتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس وسیع کائنات کا مقصدِ وجود ہی صرف مردِ مومن ہے، عالم کا وجود اس کے لیے ہے اور وہ صرف اللہ کے لئے۔ علماء و محدثین کے نزدیک حدیث نبوی ﴿لو لاک لما خلقت الافلاک﴾ کی صحت لفظاً اور روایۃً خواہ کیسی ہی مشکوک ہو، لیکن اس کی نگاہ حقیقت میں کچھ اور دیکھتی ہے۔ وہ قرآن کی رُوح اور اس کی حقیقت پر نظر رکھتا ہے اس کے سامنے ایک مسلمان اور اس کا بلند پیغام ہے، وسیع انسانی تاریخ پر اس کی غائر نظر ہے، عالم کی قدروں اور اشیاء کی طبیعتوں کا اسے خوب اندازہ ہے اس لیے یہ حقیقت اس پر اچھی طرح واضح ہے کہ یہ کائنات اور اس کے سارے لوازمات صرف ایک سچے مسلمان کے لیے وجود میں آئے ہیں وہ اللہ کا اس سرزمین پر نائب اور خلیفہ ہے اس کائنات کے تمام خزانوں اور ساری چیزوں کا وہ وارث ہے۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو "صاحبِ لولاک" نہیں ہے

اور اس عقیدہ و فکر کو عملاً بروئے کار لانے کیلئے اس پر مسلسل جدوجہد اور کوشش واجب العمل ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں، نظر میں، اذان سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں

اور صرف یہیں تک نہیں بلکہ علامہ محمد اقبال ؒ کی نگاہ دوررس مردِ مومن کی پوشیدہ طاقتوں کا ذرا اور گہرائی سے اندازہ کرتی ہے۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا؟
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

علامہ محمد اقبال ؒ کے اس قول پر تاریخ عالم کے صفحات شاہد ہیں اور بلاشبہ مومنین صادقین کی مٹھی بھر جماعت نے دشت و دریا کو وہ صحرا کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں اور قدموں سے روند ڈالا اور آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ اسلامی شہسواروں کے واقعات آج بھی تاریخ کے صفحوں پر اُبھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ، خالد ابن ولید، مثنیٰ ابن حارثہ، عقبہ ابن عامر، محمد ابن قاسم، موسیٰ ابن نصیر اور طارق بن زیاد کے زندہ جاوید کارنامے تاریخ عالم کے مطلع پر ہمیشہ روشن رہیں گے اور یہ علامہ محمد اقبال ؒ کے نزدیک عالم میں ایک مسلم کی حیثیت ایک عالمی حقیقت کی ہے۔ رنگ و نسل اور وطن و ملک کی جغرافیائی حدود میں اسے پابند نہیں کیا جاسکتا۔ وہ مکان و زمان کی حدود سے متجاوز ہے۔ علامہ محمد اقبال ؒ نے اس حقیقت کو اپنے خاص انداز میں یوں ادا کیا ہے۔

اس کی زمیں بے حدود، اس کا افق بے ثغور
اس کے سمندر کی موج دجلہ و دنیوب و نیل
اس کے زمانے عجیب اس کے فسانے غریب
عہد کہن کو دیا اس نے پیام رحیل
ساقی ارباب ذوق، فارس میدان شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل

علامہ محمد اقبال ؒ کو اس بات پر یقین تھا کہ ایک "مسلم ربانی" کا کوئی محدود وطن نہیں بلکہ سارا عالم اس کا ملک و وطن ہے اس کے مشرق و مغرب کی کوئی تقسیم نہیں۔

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال تھا کہ کائنات خدا کی ہے اور "مومن" صرف خدا کا ہے، اس لیے یہ ساری دُنیا مردِ مومن کا اپنا وطن ہے اس سلسلے میں طارق بن زیاد کے اس زریں واقعے کو لیجئے جب اس نے اُندلس کی سرسبز وشاداب زمین پر قدم رکھا تو ان کشتیوں کو جن پر وہ آیا تھا جلا دینے کا حکم دیا تا کہ پھر واپسی کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے۔ فوج کے کچھ لوگوں کو طارق کی حرکت پسند نہ آئی انہوں نے کہا آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہمارا وطن یہاں سے دور ہے اور ہمیں آخر واپس بھی ہونا ہے؟ اس کے جواب میں طارق کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی اس نے تلوار اپنے ہاتھوں میں لے لی اور کہا کہ اب واپسی کا کیا سوال؟ ہر ملک ہمارا ہی ملک ہے اس لیے کہ یہ ساری کائنات ہمارے خدا کی ہے اور ہم خدا کے ہیں۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعرانہ جولانی اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتی ہے۔

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطا است
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم
ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا روا است
خندید، و دستِ خویش بہ شمشیر بُرد، و گفت
ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

ایک "مردِ مومن" مختلف اور متضاد اخلاق وصفات کا حامل ہوتا ہے جو اس کی طبعی رنگا رنگی اور تنوع پسندی کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وہ مختلف و متضاد در اصل اللہ تعالیٰ کے صفات واحوال کے مظاہر ہیں اور ایک مسلم اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا مظہر ہوتا ہے مثلاً کشادہ قلبی، عفو ودرگزر اور حلم وبردباری میں وہ خدا کی صفت "غفار" کا پَرتو ہے اور اسی طرح دین وحق کے بارے میں شدت، کفر وباطل پر غصہ وغضب میں اس کی صفت "قہار" کا مظہر ہے اور پاکی و پاک دامنی اور پاک نفسی صفت "قدوس" کی آئینہ دار ہے۔ ایک مسلمان اپنے دین کا ہو بہو نمونہ اور اسلام کی سچی تصویر اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ ان تمام اخلاق وصفات کا اپنے آپ کو پَرتو نہ بنا لے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایسے مردِ مومن کی مثال اس روشن آفتاب کی سی ہے جس کے لیے غروب نہیں، جو ہمیشہ طلوع ہی رہتا ہے اگر ایک طرف غروب ہوا تو دوسری جانب طلوع ہوا۔

زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے
جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

جب کبھی عالم اسلام کے کسی حصے پر مسلمانوں ہی کی کمزوریوں کے باعث کوئی افتاد پڑی تو فوراً ہی اس کی تلافی کسی دوسرے حصے میں ہو گئی۔